قطب الاقطاب پیر طریقت سید محمد انور حسین نفیس رقم رحمہ اللہ

سیّد نفیس الحسینی رحمہ اللہ

سیدانور حسین نفیس الحسینی (نفیس رقم)المعروف بہ سید نفیس شاہ صاحب (۱)اس عہد میں پاکستان کے بزرگ ترین خطّاط ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودرازؒ تک پہنچتا ہے ۔حضرت گیسو درازؒ کی اولاد میں ایک بزرگ شاہ حفیظ اللہ حسینی ۱۱۳۴ھ میں گلبرگہ شریف سے بغرض تبلیغ اسلام منتقلہو کر،سیالکوٹ آبسے تھے۔سید نفیسشاہ صاحب انہی بزرگ کی اولاد میں سے ہیں۔شاہ صاحب کے والد گرامی سیّد محمد اشرف علی سیّدالقلم (۲)اور آپ کے سسر، حکیم سیّد نیک عالم (۳)ماہر خطاط گزرے ہیں۔ان دونوں بزرگوں کا کتابتِ قرآن مجید سے خاص تعلق تھااور دونوں نے زندگی بھر سب سے زیادہ کام کتابت قرآن مجید ہی کا کیا۔

سید نفیس شاہ صاحب ۱۱،مارچ ۱۹۳۳ءمطابق ۱۳،ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ کو موضع گھوڑیالہ ، ضلع سیالکوٹ ہیں پیداہوئے۔(۴)آپ کے عہد طفولیت میں گھوڑیالہ میں آپ کے والد گرامی کے علاوہ حکیم سیّد محمد عالم اور حکیم سیّد نیک عالم معروف اساتذۂ خطّاطی موجود تھے۔تقسیم سے کچھ عرصہ قبل آپ گھوڑیالہ سے لائلپور (موجودہ فیصل آباد چلے گئے اور ۱۹۴۸ءمیں سٹی مسلم ہائی اسکول ،لائلپور سے فرسٹ ڈویژن میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔اُس سے پہلے بھوپال والا ضلع سیالکوٹ ہائی اسکول سے ہندی زبان کی تعلیم بھی حاصل کی چنانچہ آپ نے ہندی زبان میں خطّاطی بھی سیکھی۔میٹرک کے بعد آپ نے اپنے والد گرامیکی زیر نگرانی باقاعدہ کتابت کا آغاز کیااور بقیہ تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا(۵)۔۱۹۵۰ءمیں آپ نے گورنمنٹ کالج لائلپور میں داخلہ لیااور یہاں سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔لائلپور سے جب روزنامہ ''انصاف''جاری ہوا تو آپ نے اس کے پہلے شمارے پر پیشانی اور علامہ اقبال کی نظم ''لا الہ الا اللہ'' لکھی۔آپ کی کتابت کردہ پہلی کتاب جو زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی، وہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری کی مشہور کتابِ سیرت ''رحمتہ للعالمین ﷺ'' ہے جسے لاہور کے ایک معروف ناشر نے شائع کیا۔۱۹۵۱ءمیں آپ لائلپور سے لاہور منتقل ہوگئے۔قیامِ لاہور کے ابتدائی عرصے میں آپ نے اورینٹل کالج کے شعبۂ اردو وفارسی میں تعلیم بھی حاصل کی (۶)اور روزنامہ احسان لاہوراور روزنامہ آزاد لاہور سے بھی کچھ عرصہ منسلک رہے ۱۹۵۲سے ۱۹۵۶تک آپ نے روزنامہ نوائے وقت لاہور میں بحثیت سرخی نویس کام کیا اس

دوران میں چٹان بلڈنگ ایک کمرہ میں کرائے پر کمرہ لے کر دفتر کتابت بنایا ۱۹۷۰ء سے اب تک آپ اپنی قیام گاہ پر خطّاطی کرتے اور طلبہ کو اصلاح دیتے ہیں۔اس دوران سینکڑوں طالب علموں نے آپ سے اکتسابِ فن کیا اور یہ چشمۂ فیض ہنوز جاری ہے۔ایک اندازے کے مطابق گزشتہ پچاس برسوں میں برصغیر پاک وہند میں سب سے زیادہ افراد نے آپ ہی سے یہ فن سیکھا ہے۔اس وقت آپ کی شخصیت ایک منارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔دور دور سے لوگ آپ کے پاس یہ فن سیکھنے آتے ہیں اور مطلوبہ استعداد حاصل کرنے کے بعد اپنے اپنے شعبوں میں چلے جاتے ہیں۔اب چونکہ کمپوٹر کے ذریعے نستعلیق کی کتابت عام ہوچکی ہے اس لیے آپ سب سے پہلے خطِ نسخ کی تعلیم دیتے ہیں ۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ زیادہ سے زیادہ افراد کتابتِ قرآن مجید کا کام جاننے والے ہوں تاکہ آئندہ اس شعبہ میں ماہر افراد کی قلت کا احساس نہ ہو۔

یوں تو شاہ صاحب نے متعدد کتابوں کی پاکیزہ کتابت اپنے خوبصورت خط میں کی ہے مگر آج کل شدید مصروفیات، مسلسل اسفار اور دیگر کاموں کی وجہ سے صرف ٹائیٹل سازی کا کام ہی کرتے ہیں۔آپ اب تک بے شمار کتب ورسائل کے ٹائیٹل تیار کرچکے ہیں۔اس شعبے میں بھی آپ نے کئی اجتہادی تبدیلیاں کی ہیں۔یوں تو آپ تمام مروجہ خطوط پر یکساں عبور رکھتے ہیں مگر ٹائیٹل میں عموماً سب سے زیادہ خط نستعلیق ہی استعمال کرتے ہیں۔اس کی بڑی وجہ ہمارے ہاں خط نستعلیق سے سب سے زیادہ مانوسیت ہے۔نستعلیق کے علاوہ آپ ثلث، نسخ، دیوانی، رقعہ، کوفی وغیرہ بھی بڑی مہارت سے لکھتے اور ٹائیٹل پر ان خطوط کا مناسب جگہ پر خوبصورتی سے استعمال کرتے ہیں۔شاہ صاحب کے ہر کام سے آپ کی ذہانت کا اظہار ہوتا ہے مثلاً عبارت کے مطابق خط کا استعمال اور ہر خط کے لئے مناسب قط کا استعمال تاکہ عبارت واضح اور دلکش نظر آئے۔

(۱) عموماً آپ اردو یا فارسی زبان میں خطاطی کے لیے ''نفیس رقم'' جبکہ عربی میں خطاطی کے لیے ''نفیس الحسینی'' لکھتے ہیں۔

(۲) سیّد محمد اشرف علی ''سیّدالقلم'' ۱۹۰۷ء میں موضع گھوڑیالہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔اپنے تایازاد بھائیوں حکیم سیّد محمد عالم اور حکیم سیّد نیک عالم سے اکتساب فن کیا۔آپ نے ۱۹۲۲ء میں کتابت کا آغاز کیا۔آپ کا کتابت کردہ پہلا قرآن پاک ۱۹۳۰ء میں مطبع قیوی (کانپور) سے شایع ہوا۔ابتدا میں آپ زیادہ تر خطِ نستعلیق لکھتے تھے۔بعد میں کتابتِ کلام الہیٰ سے آپ کو خاص شغف ہوگیا اور صرف خط نسخ لکھنے لگے۔آپ کا کتابت کردہ کلام پاک تاج کمپنی نے بھی شائع کیا۔آپ نے زندگی میں سولہ مرتبہ قرآن مجید کی کتابت کی۔آپ کا انتقال ۲۸،اگست ۱۹۹۵ء کو لاہور میں ہوا۔تدفین احاطہ گیسودراز قبرستان میانیصاحب،لاہور میں ہوئی۔

(۳)حکیم سیّد نیک عالم ۱۸۹۵ء میں گھوڑیالہ، ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔اکتسابِ فن،اپنے بڑے بھائی حکیم سیّد محمد عالم سے کیا۔ تمام عمر قرآن مجید کی کتابت کی۔آپ نہایت زود نویس خطّاط تھے۔ایک حمائل شریف صرف ۲۳دن میں کتابت کی جو ۱۹۳۳ء میں شایع ہوئی۔زندگی میں ۵۹ قرآن مجید تحریر کیے۔زیادہ تر لاہور ،دہلی اور کانپور کے اداروں کے لیے کتابتِ قرآن مجید کی۔اخیز عمر میں لاہور تشریف لے آئے جہاں،دسمبر۱۹۶۷ء کو آپ نے وفات پائی۔گڑھی شاہو،لاہور کے قبرستان میں آسودۂ خاک ہوئے۔آپ کے صاحبزادے سیّد ثقلین زیدی ایک ماہر خطّاط کی حیثیت سے معروف طباعتی ادارہ پیکیجز میں خدماتانجام دے رہے ہیں انکی وفات محمد صدیق المارس رقم بھی حکیم سیّد نیک عالم کے شاگرد تھے۔

(۴)''اردو صحافت میں خطّاطی کی تاریخ ''از خالد محمود،غیر مطبوعہ مقالہ برائے ایم اے(صحافت)مخزونہپنجاب یونیورسٹی لائبریری،ص۱۹۳۔

(۵)حقیقت ہے کہ شاہ صاحبنے فنِ خطّاطی کی مکمل تعلیم اپنے والد محترم ہی سے حاصل کی،البتہ نظر یمشق کئی خطاطوں کے کام کو دیکھ کر کی ۔ انہی خطاطوں میں تاج الدین زریں رقم (وفات ۱۳،جون ۱۹۵۵ء) بھی شامل ہیں۔اس بارے میں شاہ صاحب اپنے مضمون ''خطاط الملک تاج الدین زریں رقم ''(مشمولہ روزنامہ کوہستان لاہور بابت ۱۴،جون ۱۹۶۴ء)میں لکھتے ہیں:''اگرچہ حالات نے باقاعدہ مشق واصلاح کا مجھے موقع نہ دیا اور تعلق صرف ''نظری استفادہ ''تک محدود رہا لیکن انہوں نے اپنے خاصتلامذہ ہی کی طرح مجھے عزیز رکھا اور ایک شفیق استاد کی طرح سرپرستی کی۔'' (۶)''آہوانِ صحرا''از ڈاکٹر عبادت بریلوی،ادارۂ ادب وتنقید لاہور،۱۹۹۰ء ص ۹۳۔

سیّد نفیس الحسینی کے قلم سے درود شریف ابراہیمی جس میں علی الترتیب نستعلیق، ثلث،نسخ،کوفی اور جلی دیوانی خوبصورت انداز سے لکھا ہے۔

ٹائیٹل کی تیاری میں آپ مناسب رنگوں (Colour Scheme)کا بھی خوب استعمال کرتے ہیں ۔جس سے اس کی جاذبیت اور حسن میں بے حد اضافہ ہو جاتا ہے۔ایک اندازے کے مطابق گزشتہ پچاس برسوں میں برصغیر پاک وہند میں آپ سے زیادہ کسی دوسرے خطّاط نے ٹائیٹل تیار نہیں کیے۔دنیا کی ہر ایسی لائبریری میں،جہاں اردو زبان کی دینی،علمی وادبی کتب رکھی جاتی ہوں،آپ کے خط کا کوئی نہ کوئی نمونہ ضرور ملے گا۔اس کا اندازہ راقم کو بعض بیرونی ممالک کے اسفار میں ہوا ۔اب تک پاکستانکے جن معروف علمی،دینی وادبی اداروں کے ٹائیٹل آپ نے تیار کیے ان میں سے چند یہ ہیں :پنجاب یونیورسٹی، مجلس ترقیٔ ادب،مرکزی اردو بورڈ(موجودہ اردو سائنس بورڈ)،اقبال اکیڈمی،مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان،ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ ،ادارۂ اسلامیات ،مکتبۂ مدنیہ، مکتبۂ رشیدیہ، سیّد احمد شہیدؒ،ادارۂ ادب وتنقید،مرکزی انجمن خدام

القرآن ،مکتبہ ٔ بینات،مکتبہ ٔ اہل سنّت وجماعت ،دارالاشاعت مجلس نشریات اسلام مجلس ترقی ادب ۔الفیصل۔مکتبہ قاسمیہ شاہ صاحب کے فنی سفر کا اگر مطالعہ کیاجائے تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ ہر بڑے خطاط کی طرح،آپ کے خط کے مختلف ادوار ہیں۔جو رنگ آج سے تقریباً تیس برس قبل تھا وہ آج نہیں۔آپ کا خط مسلسل ارتقائی منازل طے کرتا رہا ہے۔آج کل آپ کے خط نستعلیق میں ایرانی نستعلیق کی جھلک واضح ہے جب کہ پہلے جس طرح آپ نستعلیق لکھتے تھے،اس میں ''پرویني نستعلیق ''کا رنگ زیادہ گہرا تھا۔ایک موقع پر آپ نے اس بارے میں،راقم سے فرمایا کہ آپ نے ہر دور میں خوب سے خوب تر کی تلاش جاری رکھی ہے،اسی لیے آپ کے خط میں زمانے کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں نظر آتی ہیں۔اب جس طرح آپ نستعلیق لکھتے ہیں اس کے جوڑ اور پیوند ''پرونی نستعلیق'' کے جوڑ اور پیوندوں سے تپلے اور نازک ہیں۔

شاہ صاحب کا فنی سفر تقریباً نصف صدی کے طویل عرصے پر محیط ہے۔اگر کوشش کی جائے تو شاہ صاحب کے نوادر جمع کر کے ایک عمدہ''مرقّع''کی صورت میں چھاپے جاسکتے ہیں۔راقم الحروف نے اپنی تحقیق کے نتیجے میں جن چند نوادر کی تفصیل حاصل کی وہ یہ ہیں :خط نسخ میں قرآن پاک کے کئی اجزاء کی کتابت کر چکے ہیں اور یہ کام ہنوز جاری ہے ،دیوانِ غالب (مکمل کتابت) جسے پنجاب یونیورسٹی نے غالبصدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع کیا ،کلام بلھے شاہ (مکمل کتابت) جسے معروف طباعتی ادارے پکیجز نے شایع کیا،کلّیاتِ میر مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی (کچھ حصہ)،شعر ناب مرتبہ غلام نظام الدین (مکمل کتابت)سیرت سیّد احمد شہیدؒ(جلد دوم)از مولانا سیّدابوالحسن علی ندوی اور قادیانیت از مولانا سیّدابوالحسن علی ندوی کی مکمل اور خوبصورت کتابت کی۔مولانا ابوالحسن علی ندوی کی کتابوں کے سرورق جن معروف کتب کے ٹائیٹل آپ نے تیار کیے ان میں:مولانا ابوالکلام آزاد کے مشہور اخبار ''الہلال''تفسیر معارف القرآن از مفتی محمد شفیع صاحبؒ،معارف الحدیث از مولانا محمد منظور نعمانیؒ،سیرت النبی ﷺ از علامہ شبلی نعمانی وعلامہ سیّد سلیمان ندوی کے علاوہ ماہنامہ البلاغ کراچی کے''مفتی اعظم نمبر''اور ماہنامہ سیّارہ ڈائجسٹ لاہور کے ''قرآن نمبر''میں بھی آپ کے خط کے عمدہ نمونہ موجود ہیں۔مختلف رسائل و جرائد جن کے آپ نے خوبصورت ٹائیٹل تیار کیے ان میں قومی ڈائجسٹ ،ندائے ملت،بادبان،صحافت ،رحیق ،الرّشید،انوار مدنیہ ،البلاغ،بیّنات ،حق چاریار شامل ہیں۔آپ نے ٹیکسٹ بک بورڈ کی فرمائش پر جماعت نہم ودہم کے طلبہ کے لئے ''کتابِ خطّاطی ''بھی لکھی ہے جس میں مختلف خطوط سیکھنے کے لئے مشقیں موجود ہیں۔یہ کتاب ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

الحق استقلال پاکستان۔حفیظ جالندھری۔شجرۃ الاشراف۔روحانی رشتے

پتھروں پر آپ کی خطّاطی کے نمونوں میں :لاہور میں مسجد صلاح الدین ٹمبر مارکیٹ،مسجد حضرت علیؓ چوک موہنی روڈ،مسجد فیض الاسلام گنپت روڈ،مسجد چوہدری ہسپتال شیش محل روڈ،مال روڈ لاہور پر سمٹ مینار کا پتھر نیز پروفیسر حمید احمد خاں

اور محمد طفیل(مدیر نقوش)کے الواحِ مزار قابل ذکرہیں۔اس کے علاوہ علامہ اقبال میوزیم (جاوید منزل)کے لیےاسٹیل کی تین پلیٹوں پرخط نستعلیق میں خطّاطی آپ کے فن کا منہ بولتاثبوت ہے۔کچھ عرصہ قبل آپ نےایوانِ اقبال،اور مسجد اقبال لاہور میں آویزاں کرنے کے لیے کینوس (Canvas)کی تقریباً پچاس شیٹوں پر نستعلیق جلی میں علامہ اقبال کے متفرق اشعار لکھے ہیں ۔رنگ آمیزی کے بعد یہ خطّاطی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔اسی طرح آپ نے چھ خطوط میں درود شریف بھی لکھا ہے جس میں نہایت عمدگی اورمہارت سے ثلث،نسخ،نستعلیق،کوفی،دیوانی اور رقعہکااستعمال کیاہے۔خطِ ثلث جلی میں اسمائے حسنیٰ اوراسمائے نبی پاک ﷺ بھی آپ کی خطّاطی کی خوبصورت مثال ہے۔

(ا)اب یہ خطاطی ''نفائس اقبال ''کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوچکی ہے۔خطِ نسخ میں اربعین صلاۃوسلام

شاہ صاحب کی شخصیت کی کئی جہات ہیں۔ایک مختصر مضمون میں تمام جہات کااحاطہ ممکن نہیں البتہکوشش کی گئی ہے کہ آپ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات درج کی جائیں۔شاہ صاحب ایک نامور خطاط توہیں ہی،اس کے علاوہ علم وادب سے بھی آپ کاگہرا تعلق ہے۔آپ کا ذاتی کتب خانہ ہزارہادینی،علمی وادبی کتب کے علاوہ کئی نایاب اورغیر مطبوعہ نسخوں پر مشتمل ہے۔آپ ایک عمدہ مضمون نگار کے علاوہ اردو اورفارسی کے قادر الکلام شاعر بھی ہیں ۔آپ کا مجموعہ کلام ''برگ گل''کے نام سے شائع ہوچکا ہے آپ کے مضامین میں تحقیقی شان پائی جاتی ہے ۔آپ کے فن خطّاطی سے متعلق جو مضامین راقم کی نظرسے گزرے ان میں :''خطّاطی ،تاریخی عظمت کا شاہ کار ایک بے مثال فن ''،''خطاطانِ قرآن ''،''عہدِ نبوی ﷺ سے خلافت عبّاسیہ تک ''،''خطاط الملک تاج الدین زرّین رقم ''،''اسلامی خطّاطی اوراقسام خط'' ''ایک خوشنویس خاندان ''اور''حافظ محمد یوسف سدیدی''شامل ہیں''مقالات خطاطی''کتابی شکل میں شائع ہوچکی ہے حقیقت یہ ہے کہ فن خطّاطی کے محققین اور شائقینکے لیے یہ مضامین نہایت پرازمعلومات اور مستندہیں۔گاہے گاہے آپ کی شاعری کے نمونے بھی نظرآجاتے ہیں۔ان میں خوبصورت نعت''تجھ ساکوئی نہیں''اپنے پیرومرشد حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کے وصال پر لکھی گئی نظم ''رثا''اپنے والد محترم کے انتقال پر لکھی گئی نظم ''یاد''تاج الدین زریں رقم کےانتقال کے بعدان کے بارے میں لکھی گئی نظم اوراپنے قدیم ساتھی اور نامور خطاط حافظ محمد یوسفسدیدی مرحوم کےانتقال پر کہے گے اشعارانتہائی متاثر کن ہیں۔

شاہ صاحب کوفن خطّاطی میں نمایاں خدمات کے صلے میں اب تک جوجواعزازات عطاکیے گئےان میں حکومت پاکستان کی جانب سے پاکستان کے تمام خطاطوں میں پہلا پرائڈ آف پرفارمنس ایوارڈ اور میڈل ،پاکستا ن نیشنل کونسل آف دی آرٹس کی نمائش خطّاطی ۱۹۸۰ء میں اوّل انعام ،قرآنی خطّاطی کی کل پاکستان نمائش ،زیر اہتمام پاکستان پبلک ریلیشنز سوسائٹی ،لاہور

منعقدہ ۱۹۸۲ءمیں اوّل انعام شامل ہیں۔اس کے علاوہ شاہ صاحب پاکستان کے واحد خطّاط ہیں۔جنہیں بغداد میں منعقدہ عالمی مقابلہ ٔ خطّاطی اور نمائش ۱۹۸۸ءاور اسلامی ورثہ کے تحفظ کے بین الاقوامی کمیشن (lClPICH)کے تحت یاقوت المستعصمی کے نام پر استنبول میں منعقدہ دوسرے عالمی مقابلہ ٔ خطاطی ۱۹۸۹ءمیں بطور منصف (Member Of jury)مدعو کیا گیا۔

اب تک شاہ صاحب کی شخصیت کا محض ایک پہلو یعنی بحیثیت نامور خطاط پیش کیا گیا ہے۔مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی شخصیت کے دوسرے اوراہم پہلو پر کچھ روشنی ڈالی جائے ۔شاہ صاحب ایک ماہر خطاط کے علاوہ ایک بلند پایہ صوفی بزرگ اور شیخ طریقت بھی ہیں ۔آپ مشہور صوفی بزرگ حضرت شاہ عبدالقادررائپوریؒ کے خلیفہ ٔ مجاز ہیں ۔روزانہ بے شمار افراد آپکی محفل میں شرکت کے لیے آتے اورفیضیاب ہوتے ہیں۔شاہ صاحب ہرایک سے نہایت خندہ پیشانی اورمحبت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ناممکن ہے کہ کوئی ایک مرتبہ آپ سے ملاقات کرے اور آپ کی محبت ،شفقت ،مہمان نوازی اوراخلاقی بلندی کا گہرا تاثر لے کر نہ اٹھے ۔آپ کی شخصیت میں قدرت نے عجب جاذبیت اورکشش رکھی ہے ۔راقمالحروف نے متحمل مزاجی اورنرم کلامی میں شاہ صاحب ساکوئی اور شخص نہیں دیکھا۔بلنداخلاق کا یہ عالم ہے کہ گھنٹوں نشست کیجئے کبھی آپ اکتاہٹ یابیزاری کا اظہار نہیں فرماتے۔نامور خطاط اوراس عہد کے ایک بڑے شیخِ طریقت ہیں مگر خردنوازی کا یہ عالم ہے کہ آپ کی محفل میں چھوٹے خود کو بڑا سمجھنے لگتے ہیں۔ خشونت ،درشتی اور تلخی نام کو بھی نہیں۔آپ کے ہاں دیکھا گیا کہ جدیداور قدیم دونوں طبقوں کے افراد آپ سے یکساں محبت کرتے اور فیضیاب ہوتے ہیں۔اگر دینی طبقے میں مساجد ومدارس سے متعلق حضرات آپ کے ہاں دیکھے گئے تو جدید تعلیم یافتہ طبقے میں یونیورسٹیوں اور کالجوں کے پروفیسر حضرات اورطالب علم بھی۔ہرایک سے آپ یکساں محبت اور مہمان نوازی سے پیش آتے ہیں۔آخرمیں آپ سے متعلق یہ فارسی اشعارپیش کیے جاتے ہیں جو برسوں پہلے آپ کی شخصیتاورفن سے متعلق غلام نظام الدین نے کہے تھے:

سیّدِ حق شناس کانِ کرم صاحبِ لوح، شہریارِ قلم
شاعر باعمل، حکیم حکم کاتب ِ بے بدل، نفیس رقم

نامور نعت گوشاعر،صاحبقلم ،اورعہد حاضر کے سب سے بڑے خوش نویس سید انور حسین المعروف بہ نفیس رقم ہمارا یہ مضمون ایک ایسی شخصیت کے حالات اورفنی ارتقاء پر مشتمل ہے جن کا فن اوران کی ذات کسی تعارف یاوضاحت کی محتاج نہیں ہے،ہماری مراد ہمارے مخدوم۔سید السادات سید انور حسین ،المعروف بہ نفیس رقم،سےہے، شاہ صاحب دراز قامت ،خوب صورت،کتابی چہرہ اوراپنے نام ہی کی طرح اپنی عادات واطوار میں نفاست رکھنے والے بزرگ ہیں،آپ اس بناپر

اس حدیث نبوی ﷺ کا مصداق ہی کہ :اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ یعنی حسین چہرہ والے لوگوں کے ہاں خیر اور بھلائی تلاش کرو۔

لطف کی بات یہ ہے کہ ہمارے مخدوم حسن و جمال کی تمام صفات سے بھی مزین ہیں اور معنوی حسن و جمال کے اوصاف سے بھی آراستہ ہیں۔

قدرت کے ایسے حسین شاہکار کے متعلق کچھ عرض کرنا ۔۔۔گویا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، لیکن اگر ''اندھیروں بھری رات ''میں ایک چراغ بھی جلتا رہے اور وہ اپنے جیسے کئی چراغ روشن کر لے تو اس سے یقیناً تاریکیوں کا لشکر ضرور شکست کھائے گا، اس لئے سید نفیس رقم کے متعلق چند سطور لکھی جا رہی ہیں :

خاندان :

شاہ صاحب کا نسبی تعلق خاندان سادات کے اس عظیم خاندان سے ہے، جس کے بزرگوں کو ''خاتم الانبیا'' نے اپنی گود میں کھلایا، خاتون جنت حضرت فاطمہ الزھراؓ نے دودھ پلایا، اور مظہر العجائبوالغرائب حضرت علی کرم اللہ وجہ نے ان کی سرپرستی اور تربیت فرمائی۔ خاندان نبوت کے ان دونوں بزرگوں یعنی حضرت حسن اور حضرت حسین سے جو سلسلہ شروع ہوا ہے وہ ''سید'' کہلاتا ہے۔ ہمارے مخدوم اسی خاندان کے چشم و چراغ ہیں اس خاندان میں حضرت گیسودرازؒ پیدا ہوئے

(۱) صدر نشین شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور

حضرت خواجہ گیسودرازؒ:

ہندوستان میں سادات کی اس شاخ میں شاہ محمد گیسودرازؒ جیسے نامور چشتی بزرگ پیدا ہوئے۔ شاہ صاحب ۱۵ واسطوں سے سید محمد گیسودراز تک پہنچتا ہے۔ حضرت گیسودرازؒ کا نام محمد لقب صدرالدین، کنیت ابوالفتح اور عرف گیسودراز تھا۔ آپکے والد محترم ''سید یوسف عرف سید راجہ ''تھے، آبائی وطن خراسان اور مسلکحنفی اور مشرب چشتی تھا۔ بارہویں پشت کے جدامجد ابوالحسن زید الجندی دہلی کی فتح سے قبل مجاہدین کی ایک جماعت کیساتھ ہرات سے فتح دہلی کے لئے آئے، یہاں آکر آپ ایک معرکے میں شہید ہوگئے ۔ شاہ ابوالحسن جندی کے حالات سے پتہ چلتاہے کہ وہ اس زمانے میں ہندوستان میں وارد ہوئے جب ابھی ہندوستان میں سلطان محمود غزنوی کا دور شروع نہیں ہوا تھا ۔ انکی اس عظیم شہادت سے، فتح ہند سے پہلے کی، ان متفرق کوششوں کا اشارہ ملتاہے، جن کا ذکر کسی تاریخ کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے

آپ کے والد ماجد راجہ ''حضرت نظام الدین محبوب الہیٰ کے مرید تھے، وفات ۷۳۱ھ/۱۳۳۰ء میں دولت آباد میں ہوئی خواجہ محمد گیسودراز دہلی میں ۷۲۱ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے والد اور نانا سید علاؤالدین سے پائی جو حضرت خواجہ نظام

الدین اولیا کے حلقہ ارادت سے وابستہ تھے بچپن سے ہی نہایتمتقی اورصوم صلوۃ کے پابند تھے ۔عمر کے سولھویں سال میں خواجہ نصیرالدین روشن چراغ دہلی کے ہاتھ پر بیعت فرمائی اوراپنے پیر کامل کی نگرانی میں تمام ضروری مجاہدے اورریاضتیں مکمل کیں۔

۱۹سال کی عمر میں نامور علماءاورفقہا سے علوم عصریہ میں تکمیل کی سند حاصل کی اورعلوم باطنی میں مدارج اعلیٰ طے کئے حضرت خواجہ گیسودرازخواجہ روشن چراغ دہلوی نے اپنی وفات سے چند روز قبل۷۵۷ھ میں خلافت واجازت سے سرفراز ،فرمایااڑسیٹھ سال رشدو ہدایت کے کام میں بسر فرمانے کے بعد ،۱۶ذیقعدہ۸۲۵ میں انتقال فرمایااور گلبرگہ میں ،مدفون ہوئے۔

حضرت خواجہ محمد گیسودراز کی چالیس کے قریب تصانیف ہیں،جوعلوم اسلامیہ کے مختلف موضوعات پر آپ نے تصنیف فرمائیں۔جس میں سے چند طبع ہوچکی ہیں،اور بیشتر ابھی مخطوطات کی شکل میں ہیں۔

ولادت : شاہ صاحب کے مورث اعلیٰ شاہ حفیظ اللہ حسینی گلبرگوی ۱۱۳۴ء میں دکن سے نقل مکانیکر کے پنجاب میں وارد ہوئے،وہ سیالکوٹ کے نواح میں مدفون ہیں۔

سیالکوٹ بڑا مردم خیز شہر ہے،اس کی خاک سے ملا عبدالحکیم (استاد اورنگ زیب عالمگیر)مولانا حاجی محمد افضل سیالکوٹی (استادشاہ ولی اللہ ومرزامظہر جانجانان شہیدالعلوی)اورشاعر مشرق علامہ اقبال جیسے لوگوں نے جنم لیا۔

آپ کے والد محترم سید محمد اشرف علی بن سید بڈھن شاہ بن سید محمد شاہ الحسینی الیسالکوٹی تھے۔

ا۔بحوالہ جوامع الکلم ملفوظات حضرت خواجہ سید محمد گیسودراز مجلس روزیکشنبہ چہادہم ماہ محرم الحرام ۸۰۳ھ۔

چوالیس سال دہلی میں مسند ارشاد پر متمن رہے پھر ۸۰۱ء میں حملۂ یتموری کی وجہ سے دہلی کو خیر باد کہااور گجرات سے ہوتے ہوئے ۸۰۳میں دکن کے مشہور شہر گلبرگہ پہنچے جہاں بالآخر اڑسیٹھ سالرشدوہدایت کے کام میں بسر فرمائے کے بعد ۱۶ ذیقعد ۸۲۵ھ کواس دار فانی سے رخصت ہوئے۔مخدومِ دین ودنیاسے تاریخ وفات نکلتی ہے۔

آپ اپنے دور میں خط نستعلیق اور خط نسخ کے ماہر خوش نویس تھے آپ کے دست مبارک سے کتابتشدہ کئی کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہوئیں ، لیکن آخری عمر میں صرف قرآن کریم کی کتابت فرماتے تھے،انہی سید محمد اشرف کے ہاں شاہ صاحب کی ولادت ۱۳ذوالقعدہ۱۳۵۱ھ/۱۱مارچ ۱۹۳۳ءمیں ہوئی۔

تعلیم وتربیت:

آپ نے ابتدائی تعلیم وتربیت قصبہ بھوپانوالہ کے ہائی سکول سے اور اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی،خالق ازل کچھ لوگوں کی فطرت ایسی بناتا ہے کہ تعلیم وتربیت کے لئے ''حرف ومعنی'' کے پابند نہیں ہوتے یہ لدنی یاوھبی علم کالج یامدرسے یااستاد کی نظر عنایت کامحتاج نہیں ہوتا۔آپ بھی ایسے ہی بزرگوں میں شامل ہیں،اسی لئے اگرچہ آپ کے حصول علم کی راہ سکول وکالج کی تھی،مگرآپ کارخ ''سوئے حرم'' ہی تھا۔

بھوپال والا کے تعلیمی اداروں میں میٹرک تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۴۷ء میں فیصل آباد میں اپنے ماموں کے ہاں چلے گئے جو مولاناسید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرداور مشہور فاضل شخص تھے،وہاں آپ نے ''گورنمنٹ کالج'' میں سال اول میں داخلہ لیا،یہاں آپ کاقیام محلّہ گجر بستی میں رہاگورنمنٹ کالج،سے جسے اس وقت یونیورسٹی کا درجہ حاصل ہوچکا ہے،آپ نے ایف۔اے امتیازینمبروں میں پاس کیا۔

اس دوران میں انہوں نے اپنے والد سے خوش نویسی کی مشق جاری رکھی ۔بعد ازاں ۲۳ستمبر ۱۹۵۱ء کو آپ لاہور منتقل ہوگئے۔لاہور میں ابتداً چند ماہ ''روزنامہ احسان ''اور پھر''نوائےوقت ''میں بحیثیت سرخی نویس خطاط پانچ برس کام کیا،اورخوشنویسی کو بطور شغل اختیار کرلیا۔اس کے ساتھ ساتھ آپ نے مزید تعلیم کیلئے پنجاب یونیورسٹی ''اوری اینٹل کالج لاہور ''میں منشی فاضل اورادیب فاضل کی تعلیم پائی ۔اس زمانے منشی فاضل اورادیب فاضل کی کلاسیں اورینٹل کالج میں ہوتی تھیں اوران کلاسوں کونامور علماءاورماہرادیب پڑھاتے تھے۔اورینٹل کالج نے آپ کوایک کم گوخاموش طبع ،محنتی،ذہین اورکام سے کام رکھنے والا طالب علم پایا،اس زمانے میں آپ کے اردوکے ایک استاد ڈاکٹر عبادت بریلوی اس زمانے کی یادوں کوتازہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قیام پاکستان کے بعد ایک طالب علم اورینٹل کالج میں داخل ہوئے اورانہوں نے باقاعدگی سے اردو زبان وادب کی تعلیم حاصل کرنی شروع کی۔وہ عربی فارسی جانتے تھے،لیکن اردوزبان وادب کاباقاعدہ مطالعہ کرنا چاہتے تھے،مجھ سے کئی دفعہ ملے تو میں نے اندازہ لگایا کہ وہ اردوادب کے سنجیدہ طالب علم ہیں اور ادب کے مطالعے کا انہیں شوق ہے،یہ تھے سید انور حسین شاہ!خوبصورت،خوش شکل،درازقد،دبلے پتلے،کتابی چہرہ،گندمی رنگ، شیروانی اور شلوار میں ملبوس۔وہ مجھے ایک جاذب نظر اور دل آویز شخصیت کے مالک نظر آئے۔یہ زمانہ ان کی جوانی کا زمانہ تھا،اس وقت ان کی عمر بیس سال سے زیادہ نہیں تھی،لیکچروں میں باقاعدگی سے آتے تھے،طالب علموں سے زیادہ ملتے جلتے نہیں تھے،عام طورپر خاموش اور سنجیدہ رہتے تھے ،استادوں کی عزت کرتے تھے ،شرم وحیا کا پیکر تھے،دوسرے طالب علموں کی طرح استادوں سے زیادہ ملتے جلتے نہ تھے،لیکچروں میں شریک ہوتے تھے۔اوراس کے بعد گھر چلے جاتے تھے۔(آہوان صحرا،ص۹۳۔)

دینی علوم کی تحصیل:

چونکہ آپ کا خاندان مذہبی پس منظر کا حامل ہے،علوم دینیہ آپ کے اجداد میں کئی پشتوں سے متوارث رہا ہے،خود آپ کے والد محترم ایک باعمل صالح بزرگ تھے،اس لئے آپ بھی بچپن سے ہی نیکسیرت،اور ''صاحب خصال حمیدہ'' واقع ہوئے ہیں۔کالج میں آپ کے اساتذہ کا اعتراف حقیقت اس کی بخوبی عکاسی کرتا ہے۔دینی کتب کے ضمن میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپ نے باقاعدگی سے کسی دینی مدرسے میں تعلیم حاصل نہیں کی،بلکہ آپ نے جتہ جتہ کتابیں پڑھی ہیں،جیسا کہ محمد حسین تسبیحیصاحب نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینی مسائل میں جو شعور عطا فرمایا ہے وہ آپ کے وسیع علمی مطالعے ،علماء سے ذاتی استفادے کے علاوہ وہ خصوصی عطیہ خداوندی کا مظہر ہے۔

فیض تربیت باطنی:

شاہ صاحب کی یہ حسن سعادت تھی کہ انہیں قلب وذہن کے تزکیے اوران کی تطہیر کے لئے جس شخصیت کی سرپرستی میسر آئی وہ اپنے دور کی ہی نہیں ،بلکہ تاریخ کی ایک قد آور اور عبقری شخصیتہے جس کی مثالیں بہت کم دیکھنے میں ملتی ہیں'' یہ شخصیت شاہ عبدالقادر رائپوری قدس سرہ العزیز کی تھی،جو اپنے عہد کے بلاشبہ قطب دوران تھے،جن کے ''فیوض باطنی'' نے لاکھوں کی زندگیوں میں صالحانقلاب برپا کیا۔

قیام پاکستان کے بعد بھی اگرچہ شاہ عبدالقادر رائپوری ہندوستان کے قصبے ''رائپور'' میں ہی رہائش پذیر ہے،لیکن پاکستان میں ان کا دورہ اور قیام اتنا طویل ہوتا تھا کہ ایسے لگتا تھا جیسے پاکستان ہی آپ کا ''وطن'' ہو چنانچہ شاہ صاحب نے یہیں آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی،یہ زمانہ شاہ صاحب کے عینشباب کا تھا۔

خود شاہ صاحب نے ایک مجلس میں اس کی تفصیل یوں بیان کی:

میں اس زمانے (نواح ۱۹۵۵)میں نوائے وقت لاہور میں شعبہ خوش نویسی کے ساتھ منسلک تھا،میرے ساتھ ایک دوست بھی کام کرتے تھے،ایک مرتبہ انہوں نے مجھے بتایا کہ لاہور میں ہندوستان کے ایک بڑے بزرگ تشریف لارہے ہیں،چنانچہ میں نے جاکر حضرت شیخ کی زیارت کی تودل میں بے پناہکشش محسوس کی،مگر بیعت کا اتفاق ۱۹۵۷ء(۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ)میں ہوا،جب کہ میں نے نوائے وقت کی ملازمت چھوڑدی تھی۔

یہ اس تعلق کی ابتداء تھی،اس کے بعد یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا،اور زندگی کے سارے اطوار بدل گئے،اس زمانے میں شاہ صاحب کی بیٹھک چٹان کے دفتر میں ہوتی تھی،حضرت شیخ جب بھی یہاں تشریف لاتے آپ زیادہ تر وقت ان کیساتھ بسر کرتے،اور شیخ کامل کی معیت اور سرپرستی سے مہینوں کے فاصلے دنوں میں اوردنوں کے منٹوں میں بسر ہوتے

بعد ازاں یہ تعلق اتنا بڑھا کہ آپ اپنے مرشد کامل کی نگرانی میں منازل سلوک طے کرنے کیلیئے نہ صرف پاکستان میں ان کے ہمراہ رہتے تھے،بلکہ ہندوستان جاکر بھی ''رائپور''میں تادیر قیام پذیر رہے۔

حضرت رائپوری قدس سرہ العزیز کے اس تعلق نے آپ کی ذات کو منبع فیوض وبرکات بنادیااور آپ کی ذات مرجع خلائق بن گئی۔بہت جلد مرشد کامل نے آپ کو ''خلافت واجازت ''عطافرمادی،چنانچہ آپ کا شمار حضرت رائپوری کے ''بڑے خلفا''میں ہوتا ہے۔

آپ اس تعلق کی بدولت جذب وجنون کی دولت بیش بہا سے مالا مال ہوئے،اس جذب و جنون ہی کی بناپر آپ کو بار بار حرمین کی حاضری ہوچکی ہے۔گئی بار حج کے لئے گئے۔رمضان المبارک کے کئی مہینے آپ نے دیار حبیب ﷺ میں گزارے ۔پاکستان اورہندوستان کے اولیاءاللہ کے مزاروں پر بھی حاضری دی اور کئی دفعہ کچھ وقت انہوں نے حیدرآباد دکن حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی درگاہ میں بھیگزارااور جب بھی وہاں سے آئے ،تو خواجہ صاحب کی ایسی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف اپنے ہمراہ لائے جواب کسی قیمت پر دستیاب نہیں ہوتیں۔(آہوان صحرا،ص۹۸)

شاہ صاحب اسم بامسمیٰ ہیں،آپ نے اپنے نام کی طرح واقعی نفیس طبیعت پائی ہے،اسی لئے جس طرح آپ کا ''اشہب قلم '' اردو ،فارسی ،اور عربی کی کتابت میں دوڑتا ہے،اس سے زیادہ آپ کی طبیعتتصوف اورروحانیت کے کاموں میں رواں دواں رہتی ہے،فی الوقت آپ کا شمار حضرت رائپوری ؒقدس سرہ کے جلیل القدر خلفاء میں ہوتا ہے۔

آپ کی مجلس اہل علم وتحقیق کا مرجع ہے،پاکستان بھر کے محققین مختلف موضوعات پر مواد کی تلاش وجستجو کے لئے آپ کے در دولت پر حاضری دیتےاور شاد کام ہو کر جاتے ہیں۔

شاعری: اوپر گزر چکا ہے کہ اللہ نے آپ کوانتہائی موزوں اور نفیس طبیعت سے مالا مال کیاہے،اسی لئے آپ دنیائے اسلام کے عظیم ترین خوش نویس اور بے مثل وبے عدیل فاضل اور مربیؔ کامل ہونے کے ساتھ ساتھ بہت اچھے شاعر بھی ہیں ، مگر آپ کی شاعری ''الشعراء یتبعھم الغاوٗن ''کے زمرے میں نہیں آتی بلکہ ''الا الذین امنوا وعملواالصالحات (مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اورانہوں نے نیک اعمالکئے)کا ہی ''پرتو ''ہے۔

عربوں کے ہاں ایک ضرب المثل ہے کہ ''الشعراء تلامیذالرحمان ''(شعراءاللہ تعالٰی کے شاگرد ہوتے ہیں)اس ضرب المثل کا اور کوئی مصداق ہویانہ ہومگر ہم شاہ صاحب کوبدرجہ اتم اس کا مصداق قرار دے سکتے ہیں،نہ صرف اس لئے کہ آپ کی شاعری ''کوچہ یار''کے گرد نہیں گھومتی،بلکہ اس میں عشق حقیقی کی تجلیات اوراسکے جلوے بدرجہ اتم نظر آتے ہیں،بلکہ اس لئے بھی کہ آپ نے شاعری میں کسی''استاد سخن''سے نہ کبھی اصلاح لی اورنہ کسی کے سامنے زانوے تلمذتہہ کئے۔اور نہ

کبھی مشاعرہ میں شرکت کی،بلکہ قدرت نے آپ کو یہ ملکہ عطا فرمایا،کہ آپ براہ راست ''منبع صدق وصفا'' سے مستفیذ ہوئے ہیں۔غلام نظام الدین آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

''نفیس رقم'' نے جب سے اپنے آپ کو عام خطاطوں کی جماعت سے نکال کرعارفین سالکین کے مقدس گردہ میں ڈال لیا ہے ،ان کے باطن کو ''روح القدس ''کی اعانت وحمایت حاصل ہے،اوران کے ہاں جمالیاتی رسائیوں کا احساس شدید تر ہوگیا ہے،اب ان کی نستعلیق میں فن جزالت پہلے سے کہیں بڑھ گئی ہے۔یوں معلوم ہوتا ہے کہ حسنِ حقیقی کے جلوے ان کے دائروں میں موج درموج منعکس ہورہے ہیں۔(غلام نظام الدین :فنکار سے ملیے،پندرہ روزہ ''نیا پیام ''لاہور (ص۲۴)۱۵ جون ۱۹۸۱)

شاہ صاحب میں شاعری کا جذبہ پیدائشی اورفطری ہے،آپ ابھی انٹرمیڈیٹ کے طالب علم تھے کہ اسی وقت سے آپ نے ''سیدانور زیدی'' نے نام سے شعر گوئی شروع کردی تھی ،ابھی آپ وہاں سال اولکے طالب علم تھے کہ آپ کا نعتیہ کلام کالج کے ادبی میگزین میں شائع ہوا اس وقت عمرپندرہ برس تھی ۔۔۔اس وقت کا کہا ہوا اسلام ۔۔۔۔بڑا زوردار اورپرتاثر ہے،ملاحظہ فرمایئے

سلام اے شمع روشن،چشم عبداللہ کی بینائی زمانہ تجھ پہ قرباں ہے،فرشتے تیرے شیدائی

تیری آمد سے رونق آگئی گلزار ہستی میں عنادل چہچہا اٹھے بہار آئی بہار آئی

تیری رحمت کے دامن کی ہے لامحدود پہنائی

اس دور میں،جب آتش جواں تھا۔زیادہ تر غزلیں کہی گئیں لیکن چونکہ وہ دورابھی شعور میں پختگی کا محتاج تھا،جو وقت کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے پیدا ہوئی،اس لئے اس دور کی کہی ہوئی بیشتر ان کے حال ہی میں شائع ہونے والے مجموعے برگ گل میں جگہ نہ پاسکیں۔

اس دور میں آپ نے کچھ نظمیں بھی کہیں ،جن میں سے بطور مثال ۱۸ستمبر۱۹۵۱ءکو کہی گئی نظم کا ذکر کیا جاسکتا ہے،جو ''حکیم مشرق لائلپور کے شمارہ اکتوبر ۱۹۵۱ءمیں سیدانور زیدی کے نام سے طبع ہوئی۔اس میں آپ فرماتے ہیں:

دلوں میں حکمت قرآن لئے ہوئے اٹھو جلال بوذرؓ و سلمانؓ لئے ہوئے اٹھو

وہ ہند دعوت یلغار دے رہا ہے تمہیں رگوں میں خون شہیداں لئے ہوئے اٹھو

تمہارے دین کی عظمت ہے چوٹ کھائے ہوئے جگر پہ داغ نمایاں لئے ہوئے اٹھو

اٹھو اوراٹھ کے زمانے کو اپنے زیر کرو یہ کام ایسا نہیں ہے،کہ اس میں دیر کرو

شاہ صاحب کی شاعری کا کوئی مجموعہ مدتوں شائع نہیں ہوا (برگ گل حال ہی میں طبع ہوا ہے)اس تاخیر کی بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ کی طبیعت میں اسلاف کی طرح ''اخفائے حال''کمال درجے کا ہے،اکثراوقات آپ کلام سنانے کے بعداپنانام بھی نہیں بتاتے،چنانچہ غلام نظام الدین صاحب بیان فرماتے ہیں :

''ایک مرتبہ لاہور کے ایک کیفے میں شاہ صاحب یوسف سدیدی اورراقم الحروف اکٹھے چائے پی رہے تھے،شاہ صاحب نے مختلف شعراء کاکلام سنایا،پھرایک رباعی بے حد پسند کی گئی،لیکن فرمائش کے باوجود شاہ صاحب نے شاعر کانام نہ بتایااوریہی کہتے رہے،بس کسی کی ہوگی،میں سمجھ گیاکہ اس نکرہ میں انتہائی معرفہ پن ہے،جب میں نےاصرار سے کہاکہ رباعی یقیناً آپ ہی کی ہے،تو انہوں نے تسلیماً ہلکاسا تبسم کیا اور آپ کی آنکھوں میں ایک پر مسرت چمک آگئی،لیکن خاموش رہے (فنکار سے ملیئے،ص۲۴)

ابتدائی دور میں شاہ صاحب اس موقع پر شاعری کرتے جب کوئی خوشگوار یاناخوش گوار موقع آپ کے خیالات میں تموج یا تہیج پیدا کردیتا تو آپ کے اندر موجود بحر معانی اشعار کر روپ دھارنے کیلئے بیتاب ہوکر باہر نکل پڑتا،مثال کے طور پر ۱۹۶۲ ءمیں آپ کے پیرومرشد شاہ عبدالقادر رائپوری قدس سرہ کا وصال ہواتوآپ کے جذبات میں ہلچل پیداہوگئی اوراس موقع پر آپ نے ایک پر درد اور سوز الیمہ نظم کہی،جسے عرف عام میں مرثیہ کہا جاتاہے اس میں آپ نے چھوٹی بحر منتخب کی ہے اور حروف علت (ا،و،ر)کا تکرار ملتا ہے،جس سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے غم ایک ایک قطرہ بن کر ٹپک رہا ہو اور آہوں اورسسکیوں کاایک دھواں فضاکومرتعش کررہاہو،آپ فرماتے ہیں :

اے غم جاناں اے غم جانم دل ہے پرخون آنکھیں پرنم اللہ اللہ ان کاعالم عشق سراپا حسن مجسم

قطب زمانہ غوث یگانہ رشک جنیدوشبلی وادھم لاکھوں دلبر لیکن پھربھی تیراعالم، تیراعالم

فانی فی اللہ باقی باللہ ختم انہی پران کاعالم جامع سنت قاطع بدعت نائب حضرت فخر دوعالم

عسکری اصحاب محمد لشکری پیغمبر خاتم تجھ سانہ دیکھا تجھ سانہ پایااتر دکھن ،پورب، پچھّم

حسنِ تکلم،رنگ تبسم غم کامداوازخم کامرہم گاہ اشارہ گاہ کنایہ مجمل مجمل، مبہم مبہم

نورشریعت فیض طریقت جاری ساری باہم باہم سوزمروت لحظ لحظ درد محبت پیہم پیہم

دنیادنیا،عقبی عقبی عالم عالم تیراماتم

(فنکار سے ملئے ص۲۵)

آپ کے دوسرے مضمون اورغزلیات پر بھی یہی رنگ غالب ہے۔

شاعروں میں شاہ صاحب بہت تیزی سے منزلیں طے کررہے تھے اوردل کی وارداتیں حسیّن الفاظ سے مجسم ہوکر سننے والوں کے دل موہ رہی تھیں،کہ اسی اثنا میں شاعرانہ جذبات پر مہر وشفقت کا سایہلہرا گیا،اورجذبات کی رو کے ساتھ آگے بڑھنے والی شاعری کوبریک سالگ گیا۔

ہوایوں کہ جب شاہ صاحب۔۔۔۔۔شاہ عبدالقادر رائپوری ؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے توایک روز حضرت رائپوریؒ نے فرمایا :شعر کاذوق بھی ہے؟عرض کیاحضرت بہت زیادہ ذوق وشوق ہے۔فرمایا :جب کسی کی شادی ہوتی ہے تواس کا جی چاہتاہے کہ خوب رونق اورچہل پہل ہو،مگر جب وصال کالمحہ آپہنچتاہے،تواپنے اور محبوب کے درمیان کسی غیر کاوجود برداشت نہیں کرسکتا۔شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ سنتے ہی میری ذہنی کیفیت ہی بدل گئی۔طبیعت میں وہ جوش وخروش نہ رہے،اب شعر گوئی کاذوق تو باقی رہ گیاہے ،مگر شوق بالکل جاتا رہا اورشاید ہی کوئی نعت یا نظم موزوں ہوتی ہے ۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو جوذوق شعری بخشا ہے،آپ نے اس کا بھر پور استعمال نعت گوئی اور منقبت گوئیمیں کیا ہے،آپکی شاعری کامن پسند موضوع نعت رسول مقبول ہے۔مثلاًایک نعت میں آپ فرماتے ہیں :

عطاقدموں میں ہودائم حضوری یارسول اللہ ہےاب ناقابل برداشت دوری یارسول اللہ

عنایت ہوا گراک لمحہ اپنی خاص خلوت کامجھےاک عرض کرنی ہےضروری یارسول اللہ

اجازت ہوتوکچھ چشمان ترسے بھی بیان کرلوں ابھی ہےداستان غم ادھوری یارسول ا للہ

میری غایت تمناہےدرِاقدس کی دربانی زہے عزت اگرہوجائے پوری یارسول اللہ

مدینے میں ہی آکرراحت وتسکین پاتی ہےدل فرقت زدہ کی ناصبوری،یارسول اللہ

دم رخصت نفیس اشکون سے ترہے رحم فرماؤخدارااک جھلک ہلکی سی نوری یارسول اللہ

یہ نعت شائع ہوئی تواس کے ساتھ چوکھٹے میں یہ سطور بھی تھیں۔

''یہ درماندہ مواجہ شریف پرحاضرخدمت اقدس ہوافوراًہی ایک شعر واردہوگیابعدمیں تدریجاًمدینہمنورہ ہی میں اورشعر بھی ہوگئے،آخری شعر رخصت کےوقت ہوا۔(نفیس)

مندرجہ بالا نعت جس پس منظر میں کہی گئی وہ جاننے کے بعد یقیناًاس کالطف دوبالا ہوجاتاہے،آپ یہ نعت ایک بار پھرپڑھ لیجئے،(پروفیسر خالد بزمی :سید نفیس الحسینی،درسالنامہ محفل،لاہور ۱۹۸۹ء ص ۶۵)

شاہ صاحب سید نفیس الحسینی مدظلہ العالی کی بعض نعتوں کا مجموعہ ''برگ گل''کے عنوان سے طبع ہوچکاہے۔اس مجموعے کی روسے آپ نے حمد باری،نفائس النبی ﷺ،مناقب،شعرالفراق،اذان جہاد،مینائے غزل،نفائس اورصریر قلم کے عنوان سے

بہت عمدہ اورخوب صورت نظمیں اور نعتیں کہی ہیں ۔خصوصاً نعتوں میں آپ کا اسلوب ایسا ہے کہ ہرنعت بار بار پڑھنے اورگنگنائے کوجی چاہتاہے مثلاًایک نعت ملاحظہ فرمایئے۔

چھارہی ہے گھٹامدینے کی آگئی رت پلانے پینے کی زندگی اس کی،موت اس کی ہے خاک ہوجائے جومدینے کی مئے افرنگ میں وہ بات کہاں لامرے واسطے مدینے کی ختم ہے سلسلہ نبوت کامہرہے ہاشمی نگینے کی ہفت قلزم کے موتیوں سے گراں بونداک اک ترے پسینے کی ملائکہ ساتھ ہیں دامن سنبھالے حراسے آرہے ہیں کملی والے چہار آفاق مجھ پر ہوگئے تنگ مجھے تواپنے کملی میں چھپالے زہے چشم فسوں ساز محبت پرائے کو بھی جو اپنا بنا لے بہار آئی ہے غنچے کھل رہے ہیں مرے دل تو بھی دو دمسکرائے نفیس صاحب کی نعتوں میں اس انداز کے اشعار بھی ملتے ہیں جس کا اپنا ایک لطف ہے ہاں !ساقی کوثر سے صبا! عرض یہ کرنا ایک رندسیہ مست بہت یاد کرے ہے یہ عاشق بے نام ہے مشتاق زیارت دن رات ترے ہجر میں فریاد کرے ہے اے بادصبا! راہ تیری دیکھ رہاہوں اب آ کے سنا جو بھیوہ ارشاد کرے ہے

آپ کی بعض نعتوں میں جو آمد،اور داروات قلبیہ کی جس طرح عکاسی ہوتی ہے،وہ اپنی مثال آپ ہے،

دنیاسیپ محمد موتی ﷺ اس بن دنیا کیسی ہوتی ﷺ

مقصودِ کونین محمد ﷺم طلوب دارین محمد ﷺ اس بن دنیا کی کیسے ہوتی ﷺ

کاش مرے محبوب کی دھرتی مجھ پہ نفیس یہ شفقت کرتی اپنے اندر مجھ کوسموتی ﷺ

آپ نے فراق،غزل اور دوسرے عنوانات پر بھی بڑی عمدہ شاعری کی ہے،جس سے بلاشبہ دل ودماغ معطر اور منور ہوجاتے ہیں،آپ کی شاعری شاہدوشراب کی شاعری نہیں ہے ،آپ کی شاعری سچے اور سچے لفظوں اور انسانی زندگی کے گہرے سمندروں کی شاعری ہے۔آپکی شاعری کے سوتے آپ کے دل ودماغ اورآپ کے حالات و واقعات سے پھوٹتے ہیں،آپ نے اپنے جذبوں کوزبان عطاکی ہے،اوراپنی سوچوں کوشاعری کارخ عطاکیاہے۔

شاعری زیادہ ترآمد پر مشتمل ہے،کسی کسی جگہ البتہ آورد بھی ہے،لیکن بہت کم ہے،جن جن موقعوں پراشعار کہے گئے ہیں وہ سب تاریخی موقع ہیں،سکردو کے سفر میں مضمون نگار آپ کے ہمراہ تھا،ہوائی جہاز راولپنڈی سے اُبھرا۔راستے میں جب کوہ ودَمن کے اوپر سے گزرا،توآپ پر کیفیت طاری ہوگئی،اورآپ نے یہ اشعار نظم کہے:

دریاجوبہہ رہاہے سبحان تیری قدرت ہر قطرہ کہہ رہاہے سبحان تیری قدرت

جوباراٹھاسکے نہ ارض وجبال وافلاک انسان ۔۔۔رہاہے سبحان تیری قدرت (سفر،۱۴۱۷ھ ،۱۹۹۲)

پہلی مرتبہ مدنیہ طیبہ میں حاضری ہوئی مواجہہ شریف پر ،جذبات نے نعت کی صورت اختیار کرنا شروع کی اور''عطا قدموں میں ہودائم حضوری یارسول اللہ ''نظم ہوگئی،اسی طرح ۱۹۹۱ء میں دوبارہ حاضری ہوئیتو''اللہ اللہ محمد ترا نام اے ساقی ''نظم ہوئی،اسی طرح مختلف بزرگوں اوراپنے شیخ کی وفات پر درد نظمیں لکھی گئیں ہیں۔یہ سب سچے جذبوں کی داستانیں ہیں۔

خوش نویسی اوراس میں آپ کا مقام :

شاہ صاحب کے والد محترم سید محمد اشرف علی اپنے وقت کے خط نستعلیق کے نامور خطاط اور خوش نویس تھے،ان کے کتابت کردہ قرآن مجید اور دینی کتب کے نسخے اس زمانے میں سنگی طباعت سے آراستہ ہوئے اورچند کتب کو جدید اشاعت کے طریقے پر بھی شائع کیا گیا۔

اس طرح،کتابت کا فن آپ کی خاندانی میراث ہے،آپ نے اسی فن کی گود میں آنکھ کھولی،اسی نے آپ کی پرورش کی،اسی کی چھاؤں آپ پر سایہ پدری بن کر ضوء فگن رہی،جن دونوں آپ اورینٹل کالج میں زیر تعلیم تھے۔ان دنوں میں بھی آپ ایک پختہ فکر ''کاتب ''تھے اور آپ کے ہم سبق اور آپ کے اساتذہ اس پر متعجب ہوتے تھے،چنانچہ ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں :

یہ حسن وجمال ان کے پاس کہاں ''میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہیں،کہاں رہتے ہیں،اور کیا کرتے ہیں۔لیکن جب دسمبر امتحان ہوا اور میں نے ان کی امتحان کی کاپی دیکھی تو میں ان کے خط کی خوبصورتی دیکھ کر حیران رہ گیا۔میرے دل میں یہ معلوم کرنے کی خواہش پیدا ہوئی کہ خط میں یہ حسن وجمال ان کے پاس کہاں سے آیا ہے اور فن انہوں نے کن سے سیکھا ہے،چنانچہ ایک دن میں نے انہیں اپنے پاس بلایا اور ان کی امتحان کی کاپی انہیں دکھا کر پوچھا،ایک طالب علم کا خط اتنا خوبصورت نہیں ہوسکتا۔یہ فن آپ نے کس سے سیکھا ہے؟کہنے لگے میرے خط میں کوئی خاص بات نہیں ہے،آپ کا حسن ذوق اور حسن نظر ہے،ویسے میں پیشے کے اعتبار سے خوش نویس ہوں ،کتابت کرتا ہوں ،میرے والد بھی کلام پاک کی کتابت کرتے ہیں ،وہی میرے استاد ہیں۔میں نے انہی سے سب کچھ سیکھا ہے میں نے کہا : اللہ تعالی نے آپ کے ہاتھ میں تخلیق کی ایسی صلاحیتیں عطافرمائی ہیں جوکم لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں۔میں آپ کے فن سے بہت متاثر ہوا ہوں یہ کہہ کر میں نے دوسروں کو ان کی کاپی دکھائی اوراس طرح سارے کالج کو اس کا علم ہوگیا کہ ایک ماہر فن ان کے کالج کا طالب علم ہے۔(آٹھواں صحرا،ص ۹۴)

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا،شاہ صاحب نے کسی بھی نامور خطاط کی شاگردی اختیار نہیں کی،بلکہ جو کچھ سیکھا،اپنے والد محترم سے سیکھا اوراس فن میں اپنے پیرومرشد شاہ عبدالقادر رائپوری کے روحانی فیوض وبرکات نے روحانی اثر ونفوذ پیدا کی،اسی لئے ان کے خط میں ظاہری

حسن وجمال کے ساتھ ساتھ ایک معنوی اورروحانیحسن وجمال بدرجہ اتم موجود،اسی لئے آپ کے خط کی کشش دوآتشہ بلکہ سہ آتشہ ہوکراپنااثر دکھاتی ہے۔

شاہ صاحب کی کتابت پر نصف صدی کازمانہ گزرنے والا ہے،اس عرصے میں ملکی میدان سیاست سے لے کر آپ کی اپنی زندگی میں کئی تبدیلیاں رونما ہوچکی ہیں۔آپ شروع میں نوائے وقت میں ملازمہوئے اور بانی نوائےوقت حمید نظامی کے زمانے میں کام کیا۔آپ نے ایک مرتبہ بتایا کہ آپ نوائے وقت کے موجودہ چیف ایڈیٹر مجید نظامی کے نکاح میں شریک تھے،جو مفتی محمد حسین بانی جامعہ اشرفیہ نے پڑھایا تھا۔بعدازاں آپ نے یہ ملازمت چھوڑ دی۔پھرایک زمانے تک شورش کاشمیری کے ہفت روزہ چٹانکے دفتر کی بالائی منزل پر کرایہ پر کمرہ لے کر اس میں بیٹھتے رہے ،اسی زمانے میں آپ نے روحانیمنازل کی تکمیل فرمائیاورآپ کی کتابت کے حسن وجمال کی شہرت ملک میں چارسو پھیلی اورآپ کی خوش نویسی کاشہر دوردور تک پھیلا۔

بعدازاں مولانا حامدمیاں مرحوم نے جو راقم الحروف کے استاد اوروقت کے ایک جید عالم دین تھے،آپ کو ''جامعہ مدنیہ''کریم پارک میں ایک کمرہ دے دیا،اوراس طرح یہاں ایک عرصہ تک محفل سجتیاوررروحانیت بٹتی رہی۔اس کے بعد آپ نے اپنے دولت خانے نفیس منزل (کریم پارک)میں فیوضاتظاہری اور باطنی کیلیئےبیٹھنا شروع کردیا اوربحمداللہ یہ سلسلہ اب تک جاری وساری ہے،حال ہی میں ''سبزہ زار''کےحافظ ٹاؤن میں شاہ صاحب کے ایک خانقاہ کی تاسیس کی گئی ہے،جس میں آپ ہر جمعرات کی رات سے جمعہ کی تمازتک قیام کرتے ہیں۔

آپ کے فن کتابت کے متعلق کچھ عرض کرنا اگرچہ سورج کوچراغ دکھانے کے مترادف ہے،لیکن رسم زمانہ کونبھانے کے لئے کچھ نہ کچھ عرض کرناپڑرہاہے،ورنہ حقیقت وہی ہے جسے یوں بیان کیاگیاہے:

مشک آنست کہ خودببویدنہ کہ عطاربگوید (خوشبووہ ہےجوخودمہکے وہ نہیں جسے عطابتلائے کہ یہ خوشبوہے)

شاہ صاحب کے تحریری شہ پارے اپنی داستاں آپ کوخودسنائیں گے،آپ کے فن پارے ان کے نوک پلک درست کرنے والی شخصیت کی مہارت ومزاولت کی حقیقت خودبیان کریں گے۔البتہ نامناسب نہ ہوگااگرہم آپ کے فن کے متعلق چنداہل قلم کی آراءپیش کریں۔

ناموراديب اورفاضل محمد حسین تسبیحی لکھتے ہیں :

ہرکس کہ انتشارات مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان رامطالعہ میکند بانام مولانا سیدانور حسین نفیس رقم آشنااست ،آقائی نفیس رقم یکے ازخوشنویسان وخطاطان مشہور وماہروزریں دست وخوش قلم است''استاد نفیس رقم بالکلیہ اقلام خطوط اسلامی کہ ازصدراسلام تاامروزبہ وجودآمدہ است میتواندخوشنویسی میکندوہرگاہ بہ وقت درخوشنویسی آقای ایشان رایک نفاش

ماہر وچرب دست بہ حساب برآوردیم ۔(مضمون ''استاد نفیس رقم '' درپارس شمار۳۹۵۵،دوشنبہ بیت ونہم دی ،۱۳۴۵ھ،ش)

خط نستعلیق کے متعلق حافظ محمد یوسف سدیدی اور صوفی مخمور سدیدی صاحب سے اکثر بات چیت رہتی تھی۔ کثرت محنت کی وجہ سے ان حضرات نے اپنے اسلوب میں جو انفرادی حسن پیدا کرلیا تھا،اس کا کسے اعتراف نہیں اوران کی عہد آفریں عظمت سے بھی کسے انکار ہو سکتا ہے ،لیکن میرا طریقہ یہ تھا کہ اچھے سے اچھے نستعلیق کو میں کئی مرتبہ دیکھا کرتا تھا اورہر مرتبہ تادیر دیکھتا رہتا تھا ،پھر مجھے خیال آتا کہ یہ لفظ اگریوں ہوتا تو بہتر ہوتا،وہ لفظ اگریوں ہوتا تو کتنا اچھا لگتا ،یوں اصلاح وترمیم سوچتے میرے اندر ایک تنقیدی ملکہ پیدا ہوگیا،صوفی مخمور سدیدی گواہ ہیں کہ میں نے کوئی چیز لکھوائی ہوتی تو جو سیٹنگ میں اپنے قلم سے دے بھیجتا،اکثر وبیشتر صوفی صاحب وہی سیٹنگ قبول فرماتے اوراسی طرح لکھ دیتے ،حافظ صاحب میری سیٹنگ میں بعض مرتبہ ترمیم کرتے اورخوب کرتے ،لیکن عام طور پر وہ بھی میری سیٹنگ قبول کرلیتے تھے،اسی طرح میری حوصلہ افزائی ہوجاتی اور مجھے نستعلیق کے بارے میں اپنے حسن نظر پر بھروسہ سا ہونے لگا اگرچہ یہ سب کچھ حافظ یوسف سدیدی اور صوفی مخمور سدیدی صاحب کی خدمت میں چند گھڑیاں بیٹھنے ہی کا نتیجہ تھا۔

جمال ہمنشین درمن اثر کرد وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم

دسمبر ۱۹۶۲ء کی بات ہے کہ گڑھی شاہو لاہور میں،حافظ یوسف صاحب کے مکان پر،ان کے فرزند بہار مصطفی کی پیدائش کی تقریب میں بہت سے مہمان جمع تھے کہ ایک دیوار پر ایک کیلنڈر دکھائی دیا،جس پر غالب کا یہ شعر لکھا تھا :

نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانئے

بے صدا ہو جائے گا یہ ساز ہستی ایک دن

میں نے حافظ صاحب سے پوچھا،''یہ شعر کس کا لکھا ہوا ہے ؟''

حافظ صاحب نے کہا ''کیا وجہ ہے ؟''

میں نے کہا ''اس میں غضب کی کشش ہے اور قلم کی گرفت مضبوط اورزور دار اسلوب لفظی کی ترتیب،حروف کی کرسی،دائروں کی لطیف ساختیں ، مدوں کی روانی،پیوندوں کی موزونیت اورنوک پلک کی تیزی حسن،نہ صرف ابھر رہا ہے ،بلکہ اچھل اچھل رہا ہے''۔

حافظ صاحب نے کہا ''یہ نستعلیق کا استاد اجل اورعالم بے بدل ہے،میں جب اس کا لکھا ہوا دیکھتا ہوں اور حظ سے حیرت حسن کے مقام میں کھو جاتا ہوں،ایک نشہ سا مجھ پر چھا جاتا ہے،میر انیس کی شاعری میں سلاست اور فصاحت کا جو مقام ہے

وہی کیفیت اس شخص کے زور قلم میں ہے اوراس کے لکھے ہوئے نستعلیق میں دریا کے مستانہ ٹھاٹ کی طرح ،ایک بے تحاشہ فطری سلاست اورزور دار بہاؤ ہے۔وہ نہ صرف سریع القلم اور نفیس القلم ہے،بلکہ بدیع القلم بھی ہے۔میں نے کہا ''آپ میرے محسوسات کی موُبموُترجمانی کرتے ہیں۔

میں یہ کہنے والا تھا کہ ''میں اپنے حسن خیال کی بناپر نستعلیق میں ترمیم واصلاح کا جو نیادائرہ لگاتا ہوں ،یہ شخص اپنے بدیع اسلوب کی بناپر بہت سے مقامات پراس دائرے پر چل رہاہے،گویایہ شخص تخیلکافاتح ہےاوریہی علامت نابغہ ہونے کی ہے کہ اس نے حقیقت موجود کو کھینچ تان کریامرکز سے خطِ محیط کوہر نقطے سے چھوکر تمام امکانی عظمتوں اوررفعتوں کو تسخیرکرلیا ہے۔

حافظ صاحب نے کہا :''بالکل ایسا ہی ہے اوراس شخص کے کلمات آئندہ زمانے میں آسمانی کو اکب کی طرح جگمگ جگمگ فروزاں ہوں گئے ۔ایک نادر قسم کی عظمت اورایک جادوانی شہرت اس شخص کے قلم سے اپنی بیعت ارادت محکم واستوار کرچکی ہے،لوگ اس تجارتی دور کی عاجلانہ ضروریات کے تحتاس شخص کے جمال وکمال فن اوراس کے درخشندہ انداز کو ھنو زبخوبی تشخیص نہیں کرسکے ،ورنہ یہ شخص وہ کہ ۔۔۔خط نستعلیق خود اس کے قلم سے منسوب ہورکراپنے مقدرپرفخر وناز کیاکرے گا ''میں نے کہا ''آخر! یہ شخص ہے کون؟''

حافظ صاحب نے کہا ''میں جلد ہی ملاقات کا انتظام کرادوں گااور یہ ہیں شاہ صاحب ''میں نے پوچھا:''شاہ صاحب کون سے؟ ''میں نے کہا''بہت خوب اتنے بلندانسان کودیکھنے کی سعادت میں ضرورحاصل کروں گا ''

چندروزبعدبیٹھک کاتباں میں،جناب مخمورسدیدی صاحب نے کچھ لوگوں کوبلایا،مجھے حافظ صاحب لے گئے،وہاں تھوڑی دیر کے بعد شاہ صاحب تشریف لائے ،بہت مختصر سی ملاقات رہی ،ایک اثر عظیم اپنی جامع الحیثیات اورمتنوع الصفات شخصیت کایادگاراثرچھوڑ کر،حضرت شاہ صاحب جلدرخصت ہوئے۔

۱۹۶۲ءسے حضرت شاہ صاحب کے(خط)نستعلیق کومیں بہت شوق سے دیکھتا رہاہوں اوراپنے ذہن ہیذہن میں ان کے خط کونمبر بھی دیتارہاہوں،بہت عام یہ اتفاق ہواہے کہ میراذہن انتہائی دقیقمنہاج پر چل کرپروینی نستعلیق کونفیس تربنانے کیلئے جوچند تجویزیں بمشکل فراہم کرتا،شاہ صاحب کاخطبسہولت ہی حسن وجمال کی ان ہی نادیدہ کیفیات کوحروف کے پیکر وں میں چھلکا دیتا،بعض مقامات پرتواعتراف ہے کہ شاہ صاحب کاخط میرے دائرہ خیال کوعبور کرکے نئ سرحدوں کی نشاندہی کرنے لگتا ،ایسے مقامات پر میں شاہ صاحب کے خط کو نمبر دینے کی بجائے حیرتِ جمال کے نشے میں تادیر محظوظ ہوتا،ایک طرف اپنے خیال کی نارسائی ،دوسری طرف شاہ صاحب کی بلاغت فکر! دونوں کے موازنہ سے لطف ولذت میں

اور بھی اضافہ ہوجاتا،نستعلیق کے بارے میں اکثر میں سوچا کرتا تھا کہ جس طرح ایک فن پارے کی سیٹنگ میرے ذہن میں ہے،ایسے شاید ہی کوئی لکھے گا! میرے اس پندار کو شکست شاہ صاحب طرح ایک فن پارے کی سیٹنگ میرے ذہن میں ہے ،ایسے شاید ہی کوئی لکھے گا! میرے اس پندار کو شکست شاہ صاحب کے قلم سے ہوئی (غلام نظام الدین فنکار سے ملئے ،درپندرہ روزپیام،ص۱۵،۲۴جون ۱۹۷۱ء)

شاہ صاحب کے لکھے ہوئے نستعلیق کے بہت سے نمونے دیکھ چکنے کے بعد ،میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ شاہ صاحب نستعلیق کے مجدد اعظم ہیں ،ان کی سع بلیغ اور فکر بلند نے پرویني نستعلیق میں اصلاح وترمیمکی اتنی مہم چلائی ہے کہ اب ہم نستعلیق کو طرز نفیس سے نامزد کرنے پر مجبور ہیں،شاہ صاحب کی لکھیہوئی تحریر ایک مکمل کاروان جمال اور جنبت نگاہ ہے،جو ہے جہاں ہے وہیں حرف آخر ہے،(غلام نظام الدین)

ہمارے مخدوم نفیس رقم کے خط کی نفاستیں اوراس کی عمدگی کی جہات یااس کے جلال وجمال کے پہلوہر شخص پر،اس کی اپنی حیثیت اوراُسکی ذہنی وقلبی استعداد کے مطابق کھلتے ہیں،راقم اس سلسلے میں اپنی بے بضاعتی کاپہلے بھی اعتراف کرچکا ہے ،بایں ہمہ شاہ صاحب کے خط میں حسب ذیل خوبیاں میرے جیسے ایک عام قاری کو بھی نظر آئی ہیں:

۱۔ آپ کے کتابت کردہ قطعات میں فن ''خطاطی ''اپنی انتہائی بلندی پر پہنچاہوا محسوس ہوتا ہے،کہ اس سے اوپر اس کے لے اڑنا شاید ممکن نہ ہو،فنی اور تکنیکی اعتبار سے آپ کا فن اس وقت ثریا کی بلندیوں پر پرواز کررہا ہے۔

۲۔ آپ کے خط میں ایک شائستگی ،ایک نفاست اورایک حسن اعتدال وتوازن نظر آتا ہے جو آپ کے باکمال خطاط کی عکاسی کرتا ہے۔

۳۔ آپ کے خط حسب حال ہونے کی بناپر،قاری میں حسب موقع خوشی یارنج کے جذبات واحساساتپیدا کرتا ہے،جو آپ کی روحانی وذہنی صلاحیتوں کا بھرپور اظہاروابلاغ ہے۔

۴۔آپ کی خطاطی اپنے قاری میں غیر محسوس اورناشعوری طور مضمون کے مطابق اپنی تاثیر ظاہر کرتی ہے۔

شاہ صاحب کی خطاطی کے حسین شاہ پاروں پر مشتمل ایک مجموعہ محترم راشد صاحب نے کراچی سے شائعکردیا ہے،اورآپ کے کچھ حسین مرقع برگ گل میں بھی شامل ہیں۔